جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

ڈاکٹر مصطفیٰ حسن سباعیؒ

خان یاسر

امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ
عظیم شخصیات
آسمان سے نہیں اترتیں
بلکہ
زمین پر پیدا ہوتی ہیں،
زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛
اور یہ کہ
ہر بچہ
اگر 'چاہے'
تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

”داعی کی جوانی پاکیزہ ہوگی، اخلاق اعلیٰ ہوگا تو دعوت الی اللہ میں اس سے کامیابی ملے گی۔ اصلاح اخلاق کا منصوبہ تکمیل کو پہنچے گا اور منکرات وفواحش کے استیصال میں اسے تقویت حاصل ہوگی اس لیے کہ دعوت دین کا کام کرنے سے پہلے اس کی جو ذاتی ونجی زندگی تھی اس پر کوئی کیچڑ نہ اچھال سکے گا۔ ہم نے بہت دیکھا ہے کہ لوگ اصلاح اخلاق کی دعوت لے کر اٹھے، لیکن ان سے اعراض و بے نیازی کی بہت بڑی وجہ ان کا ماضی کا کردارِ بد بنا، پچھلا ریکارڈ ان کی راہ میں روڑے اٹکا تا رہا بلکہ ماضی کی بدکرداری ان داعیانِ دین کی صداقت میں بھی شک وشبہہ کا محرک بن جاتی ہے۔ اس طرح سے لوگ اس پر الزام لگاتے ہیں کہ دعوتِ اصلاح کے پس پردہ اس کی نجی مفادات کام کر رہے ہوں گے یا یہ اعتراض اٹھتا ہے کہ جب یہ شخص دنیا کی لذتوں اور شہوتوں سے اکتا گیا اور ایسی عمر میں داخل ہوگیا جہاں مال و دولت، عزت وشہرت، جاہ ومنصب کے حصول کی کوئی شکل نہ رہ گئی تو اب دعوت دین کا کام کرنے چلا ہے۔ لیکن اگر نوجوانی میں اس کا کردار بے داغ رہا ہو تو وہ ہمیشہ سر اٹھا کر بات کرے گا، اس کی پیشانی ہمیشہ روشن رہے گی، دشمنانِ اصلاح اس کی ماضی کی زندگی پر انگلی نہ رکھ سکیں گے اور اس کی تذلیل کا کوئی موقع نہ پائیں گے اور عوام الناس اس کا مذاق نہ اڑا سکیں گے۔“[۳۸]

(مصطفی حسن سباعی)

ڈاکٹر مصطفی حسن سباعی

امید افزا بچپن، صالح جوانی: مصطفی حسن سباعی 1915 میں شام کے شہر حمص میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی قرآن حفظ کرلیا۔ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ اپنے والد کے ساتھ سنجیدہ علمی وفکری مجالس میں شرکت کرنے لگے جس سے ان کے ذہن کے دریچے کم عمری میں ہی وا ہوگئے۔ ان پر ان کے والد کے گہرے اثرات مرتب ہوئے جو اسلام کے پرزور مبلغ اور استعماری قوتوں کے خلاف خاصے سرگرم تھے۔ مصطفی سباعی ایک ماہر مقرر اور مضمون نگار بھی تھے۔ نوجوانی میں سباعی ایک مثالی اسٹوڈنٹ ایکٹوسٹ کی حیثیت سے ابھرے۔ وہ فرانسیسی استعمار کے خلاف کتابچہ تقسیم کرتے، تقاریر کرتے اور احتجاجی مظاہروں کو آرگنائز کر کے ان کی قیادت کے فرائض انجام دیتے۔ 1931 میں سولہ سال کی عمر میں انھیں حکومت کے خلاف کتابچے تقسیم کرنے کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا۔ پھر دوسری مرتبہ بھی الجامع الکبیر میں خطبۂ جمعہ کے دوران (اور دوسرے موقعوں پر کی گئی تقاریر میں) عوام کے جذبات کو استعمار کے خلاف برانگیختہ کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا۔

1933 میں وہ جامعہ ازہر (مصر) چلے گئے، لیکن ان کی سیمابی فطرت نے انھیں وہاں بھی چین سے رہنے نہ دیا۔ یہاں بھی وہ برطانوی استعمار کے خلاف سراپا احتجاج بنے رہے اور 1941 میں برطانوی مظالم کے خلاف ایک عظیم الشان مظاہرے میں سرگرمی کے ساتھ شریک ہوئے۔ انھوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کی کھل کر تائید کی، لہٰذا ایک بار پھر جیل کی ہوا کھائی۔ تین ماہ بعد فلسطین کی ایک جیل میں منتقل کردیے گئے، لیکن چار ماہ بعد ضمانت پر رہا ہوگئے۔ مصر میں تعلیم حاصل کرتے وقت وہ الاخوان المسلمون کے مرشد عام حسن البنا سے واقف ہوگئے تھے۔ یہ اسلامی اخوت ان کے شام لوٹنے کے بعد بھی قائم رہی۔

مصلح، عالم، مجاھد....: مصطفی سباعی نے حسن البنا کی دعوت کو شام میں پھیلانے کے مقصد سے ملک بھر کے ہم خیال لوگوں کے ساتھ مل کر 1942 میں شام میں الاخوان المسلمون کی ایک آزاد شاخ قائم کی۔ 1945 میں استاذ مصطفی سباعی کو شام میں الاخوان المسلمون کا پہلا مراقبِ عام منتخب کیا گیا۔ 1944 میں انھوں نے حج کی سعادت حاصل کی، 1947 میں ادارہ المنار کی بناڈالی، جسے فوجی انقلاب کے بعد معطل کر دیا گیا۔ 1948 میں مصری، اردنی اور فلسطینی ساتھیوں کے ساتھ شام کے اخوانیوں نے بھی مصطفی سباعی کی قیادت میں جنگِ فلسطین میں حصہ لیا۔ عرب حکومتیں اس جنگ کے لیے سنجیدہ نہیں تھیں لہٰذا اخوان کو بھی حکومتوں نے مختلف بہانوں سے محاذ سے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور جنگ کے اس ڈرامے کے بعد اسرائیل کا قیام عمل میں آیا۔ شام واپس آکر مصطفی سباعی نے عرب حکومتوں کی اس منافقت سے پردہ اٹھانے میں اہم کردار ادا کیا۔

1949 میں مصطفی سباعی نے **اسلامی شریعت میں سنت کا مقام** کے موضوع پر مقالہ پیش کر کے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔ اسی سال **الجمعية التأسيسيه** کے نائب منتخب ہوئے۔ قومی پارلیمنٹ کے ممبر بھی بنے۔ وہ حقیقی معنوں میں عوام کے ترجمان تھے... باطل سے کسی صورت میں نہ دبنے والے، حق کا آوازہ بلند کرنے والے۔ ایوان میں ان کی گھن گرج کسی شیر کی دہاڑ کی مانند ہوا کرتی تھی۔ ان کی فصیح وبلیغ ومدلل گفتگو کے سامنے اکثر اسلام مخالف سازشیں بے نقاب ہوجایا کرتیں اور اسلام دشمن طاقتوں کو منہ کی کھانی پڑتی تھی۔ دھیرے دھیرے مصطفی سباعی کو صدر مجلس کا نائب منتخب کرلیا گیا۔ وہ دستور ساز کمیٹی کے معزز رکن بھی بن گئے۔ ان کی آواز کو دبانے کے لیے انھیں خریدنے کی کوشش کی گئی اور بارہا کی گئی؛ مال ودولت سے بات نہیں بنی تو بڑی بڑی وزارتوں کی پیشکش ہوئی مگر ڈاکٹر سباعی نے اپنے ضمیر کا سودا نہیں کیا بلکہ ایسی تمام پیشکشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرادیا۔ وہ ان نو افراد میں سے ایک تھے جنھوں نے ملک کے دستور کا مسودہ تیار کیا تھا۔ اسلامی دستور کے لیے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر مصطفی سباعی نے چومکھی لڑائی لڑی۔ پارلیمنٹ میں حق کا محاذ سنبھالا تو سڑکوں پر مظاہروں کی کمان سنبھالی۔ بالآخر 1950 میں سباعی اور ان کے رفقاء دستور سے سیکولر چھاپ ختم کر کے اس کے اسلامی تشخص کو نمایاں کرنے میں کامیاب رہے۔ اسی سال انھیں شام یونیورسٹی کے **كلية الحقوق** میں پروفیسر مقرر کیا گیا۔ 1951 میں وہ پاکستان میں منعقدہ عالمی **مؤتمر الاسلامی**

میں شریک ہوئے۔

1952 میں جب سباعی نے نہر سوئز کے علاقے میں مصری اخوانیوں کے دوش بدوش انگریزوں سے لڑنے کا عندیہ ظاہر کیا اور صدر مملکت سے اس ضمن میں اجازت چاہی تو صدرِ حکومت نے الاخوان المسلمون کو تحلیل کر دیا، سباعی اور ان کے ساتھی گرفتار کر لیے گئے۔ بعد ازاں سباعی کو شام یونیورسٹی سے بھی فارغ کر کے لبنان جلاوطن کر دیا گیا۔ 1954 میں لبنان میں ایک مسیحی اسلامی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں سباعی دشمنان اسلام، مستشرقین اور عیسائیوں کے رد کے لیے شریک ہوئے۔ مختلف ممالک میں فوجی اقتدار کے ذریعے اخوان کی گرفتاری اور پابندی کے چلتے الاخوان المسلمون نے جب جزیرۂ عرب کی سطح پر اپنا ایک کارگزار دفتر قائم کیا، اس کے سربراہ ڈاکٹر مصطفی سباعی ہی بنائے گئے۔

مصطفی سباعی نے شام کے نصاب تعلیم کو صحیح اسلامی اسپرٹ کے مطابق مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا اور خاصے کامیاب رہے۔ 1955 میں انھوں نے شام یونیورسٹی میں كلية الشريعه کی بنا ڈالی اور اس کے پہلے Dean بنے۔ انھوں نے فقہ اسلامی کا ایک مبسوط انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے کا کام شروع کیا۔ اس کے لیے دنیا بھر کے چنندہ علماء کی جو کمیٹی بنائی گئی، سباعی اس کے پہلے صدر بنائے گئے۔ 1955 میں انھوں نے ہفت روزہ مجلہ الشهاب نکالا اور ماہنامہ المسلمون کو شائع کرنے کی اجازت حاصل کی جو عرصے سے بند پڑا تھا۔ 1958 میں المسلمون کو ڈاکٹر سعید رمضان کے حوالے کر کے انھوں نے اس کے بدلے حضارة الاسلام جاری کیا۔ سباعی اس رسالے کو اپنی وفات تک پابندی سے نکالتے رہے۔

1956 میں شام یونیورسٹی کی طرف سے وہ مغربی ممالک کے دورے پر روانہ ہوئے۔ انھوں نے اٹلی، برطانیہ، آئرلینڈ، ہالینڈ، ڈنمارک، ناروے، سویڈن، فن لینڈ، جرمنی، آسٹریا، سویزرلینڈ اور فرانس کا سفر کیا۔ 1957 میں سباعی ماسکو یونیورسٹی کی دعوت پر روس گئے۔ بیرون ممالک کے ان اسفار میں انھوں نے مستشرقین اور اہل علم پروفیسران سے ملاقاتیں کیں اور اسلام کے تئیں ان کی علمی و تاریخی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ تعلیم پر ان کی خصوصی توجہ رہی، وہ نئی نسل کی اسلامی خطوط پر تربیت پر ہمیشہ زور دیتے تھے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے وہ شروع سے ہی سکینڈری اسکولوں میں عربی اور اسلامیات پر لکچر دیا کرتے تھے، کم وبیش یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا۔

تصانیف: مصطفی سباعی کی تبحر علمی بے مثال تھی، وہ ایک محقق، بڑے پائے کے عالم وادیب تھے، اسلامی فقہ میں انھیں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ عہد حاضر کے مسائل پر قرآن وسنت سے استنباط کر کے نتائج اخذ کرنے میں وہ ماہر تھے۔ وہ ایک کثیر التصانیف مصنف تھے۔ انھوں نے تین جلدوں میں پرسنل لاء کی تشریح لکھی، اس کے علاوہ عربی میں ان کی درجِ ذیل کتابیں خاصی مقبول ہوئیں؛ اسلامی تہذیب کے درخشاں پہلو؛ فقہ وقانون کی نگاہ میں عورت کا مقام؛ عقل ودل کے درمیان کشمکش؛ اصلاح کے سلسلے میں ہمارا طریقۂ کار؛ تکلیفیں اور امیدیں... وغیرہ وغیرہ۔ وہ ایک زبردست خطیب بھی تھے۔ ان کی خطابت میں زور، درد اور عقلی استدلال کے ساتھ ساتھ جذباتی اپیل بھی تھی۔ ان سب کے باوجود ان کے خطبے علمی مواد سے پر ہوا کرتے تھے۔ ان کے ایک سلسلۂ خطبات کو سیرت النبی کے عنوان سے اردو میں بھی یکجا کیا جا چکا ہے۔

آخری ایام: اپنی عمر کے آخری پڑاؤ پر ان کی صحت جواب دے گئی تھی مگر ان کی ہمت دیدنی تھی۔ فالج، قلب اور بلڈ پریشر کے امراض کے باوجود وہ صبر وشکر کی تصویر بنے رہے۔ اور صرف صبر وشکر ہی نہیں بلکہ اس سے آگے تقویٰ اور احسان کی منزلیں طے کرتے ہوئے انھوں نے اپنی بچی کھچی صحت کو نچوڑ نچوڑ کر خدمت اسلام کے کام انجام دیے۔ ایک خیر خواہ ان کی شدید بیماری کے ایام میں تعزیت کے لیے آئے، مصطفی سباعی وھیل چیئر پر تھے، انھوں نے کہا: ''**میں بیمار ہوں اور تکلیف جھیل رہا ہوں، اس میں کوئی شک نہیں اور آپ یقینا میرے چہرے، ہاتھوں اور میری حرکت پر تکلیف کے اثر کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے لیکن میں اپنے اندر اللہ کی حکمت کو دیکھ رہا ہوں کہ کتنا حصہ شل ہوا ہے۔ میرا بایاں حصہ شل ہو چکا ہے اور دایاں حصہ باقی ہے۔ اللہ نے میرا جو حصہ بچالیا ہے وہ کتنی عظیم نعمت ہے۔ کیا میں قلم چلا سکتا اگر دایاں حصہ بھی شل ہو چکا ہوتا؟**'' سباعی مسلسل آٹھ برس تک مہلک اور گھلا دینے والی بیماریوں سے نبرد آزما رہے اس دوران علمی خدمات انجام دیتے رہے، کئی تصانیف اسی دور کی یادگار رہیں۔ بالآخر 3 اکتوبر 1964 کو رب العالمین نے انھیں اپنی بارگاہ میں طلب کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اس عالم، فقیہ، مجتہد، مجاہد، ایکٹوسٹ، استاذ کو جنت الفردوس میں انبیاء، صدیقین وشہداء کی معیت نصیب فرمائے۔ آمین!